وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَتَثْبِيتًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ

(اور ان لوگوں کی مثال جو اللہ کی رضامندی اور پوری دلجمعی سے اپنے مال خرچ کرتے ہیں)

یہاں خرچ کرنے کے بارے میں تیسری مثال بیان ہو رہی ہے۔ اس آیت کے آگے بھی صدقے کے بارے میں مثال بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ مثال کے ذریعے سمجھاتے ہیں تاکہ ہم صدقے کی اہمیت اور اسکے فائدوں کو سمجھیں اور صحیح طور پر صدقہ نہ کرنے کے نقصان کو بھی سمجھیں۔ مثالیں بیان ہی اسلیے کی جاتی ہیں کہ بات پوری طرح سمجھ میں آجائے۔

پچھلی آیتوں (261-264) میں اُن لوگوں کے بارے میں پڑھا جو لوگ اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں۔ اور خرچ کرنے کے وقت احسان نہیں جتاتے، نہ تکلیف دیتے ہیں اور نہ ہی دکھاوا کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا اجر اُنکے رب کے پاس ہے۔ ایسے لوگوں کو نہ خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہونگے۔ اور کچھ اسکے برعکس ہوتے ہیں۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ صدقہ کرنے کے دو حالتیں ہیں:

1) انسان احسان جتاتا ہے اور تکلیف پہنچاتا ہے اور دکھاوا کرتا ہے۔

2) صدقہ کرنے کے بعد انسان نہ احسان جتاتا ہے اور نہ ہی تکلیف پہنچاتا ہے اور نہ دکھاوا کرتا ہے۔

صدقہ دینے کے بعد احسان جتانے، تکلیف دینے یا ریاکاری کرنے کے برعکس اللہ کی رضا کی خاطر دینے والے اور اللہ سے اجر چاہنے والوں کی مثال اس آیت میں بیان کی گئی ہے۔

قرآن مجید کا یہ اسلوب ہے کہ ایک چیز کے ذکر کے بعد اسکے بالمقابل چیز کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں جہاں جنت کا ذکر کرتے ہیں وہاں جہنم کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ جہاں انعام یافتہ لوگوں کے انجام کی بات ہوتی ہے وہاں سزا یافتہ لوگوں کی بات بھی ہوتی ہے۔

★ اس آیت میں يُنفِقُونَ (وہ خرچ کرتے رہتے ہیں) فعلِ مضارع ہے، ماضی أَنفَقُوا (انھوں نے خرچ کیا) نہیں آیا ہے یعنی وہ بار بار خرچ کرتے رہتے ہیں، صرف ایک بار نہیں۔

وہ لوگ جو اپنے مال (أَمْوَالَهُمُ) اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرتے ہیں۔ یہاں مطلقاً خرچ کرنے کی بات آئی ہے۔ پچھلی آیات (261 - 262) میں اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی بات تھی۔ اس آیت میں سب پر خرچ کرنے کی بات ہے۔ چاہے خود پر خرچ کرتے ہیں، اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتے ہیں، غریبوں، فقیروں، مساکین پر، نیکی کے دیگر کاموں میں، اللہ کے راستے وغیرہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اور خرچ کرنے کی نیت خالص اللہ کی رضامندی اور اپنے نفسوں کی پختگی ہوتی ہے۔

مَرْضَاتِ اللَّهِ (اللہ کی رضا)

1) اہل دین میں سے جو لوگ اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں، جو لوگ اللہ کے راستے میں دین کی تبلیغ کے لیے نکلتے ہیں اُن کی مدد کے لیے خرچ کرتے ہیں۔

2) اللہ کی اطاعت کرنے والے فرمانبردار مسلمانوں پر خرچ کرتے ہیں۔

ایسے لوگ جو خالص اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرتے ہیں وہ لوگوں سے جزا اور شکریہ نہیں چاہتے اور نہ ہی تعریف چاہتے ہیں۔ وہ صرف اللہ کو راضی کرنا چاہتے ہیں۔ حتیٰ کہ اپنے گھر والوں پر بھی خرچ کرتے ہیں تو اللہ کی رضامندی کے لیے کرتے ہیں۔ وہ اللہ کو خوش کرنا چاہتے ہیں۔ اکثر جب بہت ہی قریبی رشتے داروں پر خرچ کرنے کے باوجود وہ بدسلوکی کرتے ہیں تب بھی اللہ کی رضا کے لیے دینے والوں کا دل تنگ نہیں ہوتا۔ وہ یہی سوچتے ہیں کہ میں نے تو صرف اللہ کو راضی کرنے کے لیے ہی دیا تھا۔

وَتَثْبِيتًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ (اور اپنے نفسوں کی ثابت قدمی کے لیے / اپنے نفسوں کو یقین کی قوت پر اور دین کی مدد میں ثابت قدم رکھنے کے لیے) یعنی اپنا یقین مزید بڑھتا رہے یا اپنے آپکو ثابت قدم (Steadfast) رکھے۔

ثبات (ث ب ت) ← ایک حالت پر جمے رہنا۔

جب کوئی نیکی کا کام کرتا ہے تو اسکے نتیجے میں اُسے ثابت قدمی حاصل ہوتی ہے۔ وہ دین کے راستے پر ڈگمگاتا نہیں بلکہ دین کے راستے پر خوشی سے جم جاتا ہے۔ یعنی ہر نیکی ایک اور نیکی کو دعوت دیتی ہے (ایک نیکی دوسرے نیکی کا راستہ کھولتی ہے)۔ ایک بار صدقہ دینے سے انھیں مزید صدقہ دینے پر اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ اور صدقہ دیتے وقت خوش اور مطمئن ہوتے ہیں کہ ہم یہ اچھا کام کر رہے ہیں۔ پھر وہ صدقہ دینے میں ثابت قدم رہتے ہیں۔ کیونکہ جب کوئی نیکی کرتا ہے تو اس میں کئی قسم کی نفس کے اندر سے رکاوٹیں آجاتی ہیں جیسے انسان سوچتا ہے کہ پتہ نہیں یہ مانگنے والے صحیح میں حقدار ہے یا نہیں۔ یا اگر کسی کے ذریعے غریب کو مال پہنچانا ہے تو سوچتا ہے کہ صحیح میں یہ شخص اُس غریب تک یہ مال پہنچائے گا یا خود کھالے گا…

اور بھی کئی طرح کے خیالات آنے لگتے ہیں لیکن اللہ کے لیے دینے والا شخص ان ساری باتوں کو ایک طرف کرکے آگے بڑھتا ہے۔ وہ اپنے فیصلے پر ثابت قدم رہتا ہے۔

وَتَثْبِيتًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ کے اور بھی کئی معنی بیان کئے گئے ہیں:

⇐ اللہ سے اجر کی امید رکھتے ہوئے دیتے ہیں۔

⇐ دل کی خوشی سے دیتے ہیں کیونکہ انھیں ثواب کا یقین ہوتا ہے۔ وہ اللہ کے وعدے کی تصدیق کرتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ جو صدقہ وہ اپنے مال سے نکال رہے ہیں وہ اُس سے بہتر ہے جو وہ اپنے پاس رکھے ہیں۔

⇐ وہ اللہ کی اطاعت پر قائم رہنے کے لیے اپنے نفسوں کو تیار کرتے ہیں۔

⇐ خود کا محاسبہ کرتے ہوئے خرچ کرتے ہیں۔ یعنی اپنے گناہوں پر نظر رکھتے ہیں۔ اپنی غلطیوں کا کفارہ دینے کے لیے صدقہ کرتے ہیں۔

⇐ بہت سوچ وچار نہیں کرتے اور ثواب پر شک نہیں کرتے۔ یعنی ثواب کی تصدیق اور یقین کرتے ہیں کہ اسکا ثواب ضرور ملے گا۔ (پہلے اپنے دل کو جماتے ہیں پھر صدقہ کرتے ہیں۔)

خرچ کرنے میں دو بڑی رکاوٹیں آتی ہیں:

1) انسان کو ثواب میں شک و شبہ ہوتا ہے کہ پتہ نہیں ثواب ہوگا یا نہیں۔ یہاں دینے میں فائدہ ہوگا یا نہیں۔ یہ صحیح میں حقدار ہے یا نہیں۔

2) انسان متردد ہوتا ہے کہ دوں کہ نہ دوں؟ اتنا دوں یا اتنا دوں۔

یاد رہے اگر کوئی اخلاص کے ساتھ اللہ کے خاطر کسی کو صدقہ دیتا ہے اور جسے صدقہ دیا وہ حقدار نہیں تھا تو بھی اجر ضائع نہیں ہوگا۔

بخاری: رسول ﷺ نے فرمایا "ایک شخص نے (بنی اسرائیل میں سے) کہا کہ مجھے ضرور صدقہ (آج رات) دینا ہے۔ چنانچہ وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا اور (ناواقفی سے) ایک چور کے ہاتھ میں رکھ دیا۔ صبح ہوئی تو لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ آج رات کسی نے چور کو صدقہ دے دیا۔ اُس شخص نے کہا کہ 'اے اللہ! تمام تعریف تیرے ہی لیے ہے۔ (آج رات) میں پھر ضرور صدقہ کروں گا۔' چنانچہ وہ دوبارہ صدقہ لے کر نکلا اور اس مرتبہ ایک فاحشہ کے ہاتھ میں دے آیا۔ جب صبح ہوئی تو پھر لوگوں میں چرچا ہوا کہ آج رات کسی نے فاحشہ عورت کو صدقہ دے دیا۔ اُس شخص نے کہا 'اے اللہ! تمام تعریف تیرے ہی لیے ہے۔ میں زانیہ کو اپنا صدقہ دے آیا۔ اچھا آج رات میں پھر ضرور صدقہ نکالوں گا۔ چنانچہ اپنا صدقہ لیے ہوئے وہ پھر نکلا اور اس مرتبہ ایک مالدار کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ صبح ہوئی تو لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ ایک مالدار کو کسی نے صدقہ دے دیا ہے۔ اُس شخص نے کہا کہ 'اے اللہ! تمام تعریف تیرے ہی لیے ہے۔ میں اپنا صدقہ (لاعلمی سے) چور، فاحشہ اور مالدار کو دے آیا! (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) بتایا گیا کہ جہاں تک چور کے ہاتھ میں صدقہ چلے جانے کا سوال ہے تو اُس میں امکان ہے کہ وہ چوری سے رُک جائے۔ اسی طرح فاحشہ کو صدقہ کا مال مل جانے پر اس کا امکان ہے کہ وہ زنا سے رک جائے۔ اور مالدار کے ہاتھ میں چلے جانے کا یہ فائدہ ہے کہ اُسے عبرت ہو اور پھر جو اللہ عزوجل نے اُسے دیا ہے، وہ خرچ کرے'!

(چونکہ اندھیرے میں صدقہ کر رہا تھا تو لاعلمی میں غلط لوگوں کو صدقہ دے دیا۔)

بعض اوقات باہر سے بھی رکاوٹیں آتی ہیں جیسے کوئی کہتا ہے کہ آپ تو ریاکاری کر رہے ہیں یا پہلے اپنے بچوں کے مستقبل کا سوچیں یا اُن کے پاس تو بہت ہوگا پھر بھی مانگ رہے ہیں۔ اسطرح خود تو صدقہ یا کوئی نیکی کا کام نہیں کرتے لیکن جو کر رہا ہوتا ہے اُسے اسطرح کی باتیں کہہ کر روک دیتے ہیں۔

جو لوگ اللہ کے لیے دینے والے ہوتے ہیں وہ ان تمام رکاوٹوں کی وجہ سے رک نہیں جاتے بلکہ پورے یقین اور تسلی کے ساتھ دیتے ہیں۔

منافق دل کی تنگی اور ناخوشی کے ساتھ خرچ کرتا ہے کیونکہ وہ ثواب کی نیت سے نہیں کر رہا ہوتا ہے۔ التوبة: 54 ← "… وہ [منافق] ناخوشی سے خرچ کرتے ہیں"۔ اسکے برعکس جسے یقین ہوتا ہے کہ مجھے ایک کے بدلے کم از کم سات سو ملنے والے ہیں وہ خوشی خوشی خرچ کرتا ہے۔

أَنفُسِهِمْ (ن ف س): اللہ کی رضا اور اپنے نفسوں کے ثبات کے لیے دینے والے کسی کے دباؤ یا لالچ کی وجہ سے خرچ نہیں کرتے بلکہ اپنے خوشی اور تسکین سے کرتے ہیں۔ جہاں نفس کا تعلق ہے تو ایک نفس ایمانی ہوتا ہے (نفسِ مطمئنة) اور ایک نفس شہوانی (نفسِ أمّارة) ہوتا ہے اور دونوں کے درمیان ایک کشمکش ہوتی رہتی ہے۔ تو جب انسان نیکی کا کام کرتا ہے تو نفسِ مطمئنة جو ہے وہ نفسِ أمّارة پر غالب آجاتا ہے۔ اسطرح انسان کو ثابت قدمی نصیب ہوتی ہے۔ پھر انسان اپنے خواہشات کے آگے پھسلتا نہیں۔ وہ اپنے نفس پر قابو پالیتا ہے۔

اللہ کے کچھ بندے ایسے ہوتے ہیں جو اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرنے کے بعد بھی ڈرتے رہتے ہیں۔ المؤمنون ← 60-61

"اور جو لوگ دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور انکے دل کپکپاتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہی لوگ بھلائیاں کرنے میں جلدی کیا کرتے ہیں اور بھلائیوں میں سبقت لے جانے والے ہیں۔"

اس آیت کے بارے میں ایک حدیث آئی ہے:

ابن ماجہ: عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اس آیت کے بارے میں رسول ﷺ سے پوچھا کہ 'کیا یہ (آیت) اُس شخص کے بارے میں ہے جو زنا کرتے ہیں، چوری کرتے ہیں اور شراب پیتے ہیں؟' آپ ﷺ نے کہا 'نہیں! اے صدیق کی بیٹی! اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو روزے رکھتے ہیں، صدقہ دیتے ہیں، اور نماز پڑھتے ہیں۔ پھر بھی اس بات سے ڈرتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اُن سے قبول نہ کیا جائے'۔

نیکیوں میں جلدی کرنے والے لوگوں کی صفت اس حدیث میں بیان کی گئی کہ وہ اتنی نیکیاں کرنے کے باوجود بھی قبولیت کی فکر کرتے ہیں۔ اور نیکیوں پر نیکیاں کرتے رہنے سے اُن میں ایک جماؤ (ثبات) پیدا ہوتا ہے۔ وہ یہ سوچتے ہیں کہ پتہ نہیں پہلی نیکی قبول ہوئی یا نہیں اسلیے مزید اور نیکی کروں تاکہ کوئی تو نیکی قبول ہو۔

كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ أَصَابَهَا وَابِلٌ فَآتَتْ أُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ

([اس شخص کی مثال] مانند مثال ایک باغ کے ہے جو کسی اونچی سطح پر ہو، اس پر زور کی بارش ہو تو وہ دوگنا پھل لائے)

جَنَّةٍ (ج ن ن) ← "ہر وہ باغ جسکی زمین درختوں کی وجہ سے نظر نہ آئے۔"

یعنی اتنی کثرت سے درخت ہو کہ زمین چھپ جائے۔ یہ ج ن ن روٹ ورڈ سے ہے جسکا معنی "چھپا ہوا" ہے۔ جن اور جَنِين (جنین) بھی اسی روٹ ورڈ سے ہے کیونکہ دونوں نظر نہیں آتے۔ جُنُون (دیوانگی) بھی اسی مادے سے ہے کیونکہ عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے۔

اس آیت میں ایسے باغ کی مثال دی گئی جو بہت ہی گھنا ہو۔ اور وہ باغ اونچی جگہ (بِرَبْوَةٍ) پر ہو۔

بِرَبْوَةٍ (ر ب و) ← بلند جگہ یا ٹیلے کو کہتے ہیں۔

رَبَا کا معنی کسی چیز کا زیادہ ہونا، اونچا ہونا۔

اس کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ اسکی زمین اونچی ہو اور برابر (ہموار) ہو۔ اونچی جگہ ہونے کا فائدہ یہ ہے کہ جب سورج طلوع (sunrise) ہوتا ہے یا استوی پر ہوتا ہے یا غروب (sunset) ہوتا ہے تب بھی اُسے روشنی (sunlight) ملتی رہتی ہے۔ ہر طرف سے شعاعیں (sun rays) پڑنے سے اُس باغ میں بہتر پیداوار ہوتی ہے۔

جو چیزیں اونچی جگہ پر اُگتی ہیں اُن کا ذائقہ، ان کا رنگ، انکی خوشبو مختلف ہی ہوتی ہے۔ جو شہد پہاڑی علاقوں سے آتی ہیں جہاں قدرتی طور پر درختوں کی نشوونما ہوتی ہیں وہ زیادہ فائدہ مند ہوتی ہیں۔

بلند جگہ باغ کا فائدہ یہ ہے کہ اگر بارش زوردار بھی ہو تو پانی ایک جگہ نہیں ٹھہرتا بلکہ نیچے کی طرف نکل جاتا ہے۔ اسی طرح اگر سیلاب بھی آئے تو بلندی پر ہونے کی وجہ سے باغ کو نقصان نہیں ہوتا۔

فَآتَتْ أُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ (تو وہ دوگنا پھل لائے)

★ یہاں پھل کے لیے ثَمَر کا لفظ نہیں استعمال کیا گیا اور نہ ہی نَبَات (پودے) کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ بلکہ أُكُل کا لفظ استعمال کیا گیا۔

أُكُل: جو چیز بھی کھائی جائے اُسے أُكُل کہتے ہیں۔ یعنی درختوں اور پودوں کی پیداوار کا وہ حصہ جو انسان کی خوراک بنے۔

ہر چیز جو اُگتی ہے وہ کھا نہیں سکتے۔ کئی درخت ایسے ہوتے ہیں جس پر نہ پھل ہوتے ہیں اور نہ ہی اُن کے پتوں کو کھایا جاسکتا ہے۔ صرف خوبصورتی یا ہوا حاصل کرنے کے لیے لگائے جاتے ہیں۔ یہاں أُكُل کہہ کر بتایا گیا کہ ایسا فائدہ مند باغ جس میں کھانے کے قابل پھل یا سبزی وغیرہ ہو۔

ضِعْفَيْنِ کا مطلب صرف دوگنا ہی نہیں ہوتا بلکہ کئی گنا ہوتا ہے۔

اسی طرح جو شخص اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرتا ہے، اُسکا ثواب کئی گنا بڑھتا ہے۔

پچھلی آیت میں بھی تھا فَأَصَابَهُ وَابِلٌ (پھر اس پر زور کی بارش ہو) اور اس آیت میں بھی وہی بات کہی گئی یعنی جیسے چکنے پتھر پر جس پر مٹی پڑی تھی اور اس پر پودے اگائے گئے وہ تو تیز بارش کی وجہ سے ختم ہوگئے اور مٹی بہہ گئی۔

وہی بارش جب اس باغ پر لگی جو اونچی جگہ پر تھی تو کئی گنا پھل آئے۔

فَإِن لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ

(پھر اگر اس پر زور کی بارش نہ بھی ہو تو پھوار ہی [کافی ہے])

طَلّ (ط ل ل) ← ہلکی بارش، شبنم، پھوار، بوندا باندی (Drizzle)

وہ زمین اتنی اچھی ہے کہ اگر بہت بارش نہ بھی آئے اور ہلکی پھلکی بوندا باندی ہو جائے یا رات کو شبنم بھی پڑ جائے تو وہ اسکے لیے کافی ہو جاتی ہے۔ اس سے اگرچہ پیداوار کم آتی ہے اُسکے مقابلے میں جتنی تیز بارش سے آتی ہے لیکن پھر بھی فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

یہ بہت ہی خوبصورت مثال ہے۔ کسی کا باغ ہے، اُس میں پھل ہیں، بارش ہے اور اونچا علاقہ ہے۔ یہ ساری چیزیں مل کر ماحول کو بہت ہی خوبصورت بنائے ہوئے ہیں۔

اسکی وضاحت میں مختلف تفسیریں کی گئی ہیں:

1) اس مثال میں اللہ تعالیٰ انسان کو باغ سے تشبیہ دیتے ہیں۔ باغ جہاں واقع ہے یعنی اسکی زرخیزی اور اونچی جگہ یہ خلوصِ نیت ہے۔ زمین جتنی زرخیز ہوگی اتنی زیادہ پیداوار نکلے گی۔ اسی طرح جتنی نیت خالص ہوگی اتنا زیادہ ثواب ملے گا۔ مال کی زیادتی اور کمی کو بارش اور شبنم سے تشبیہ دی گئی ہے۔ زیادہ مال کو تیز بارش کہا گیا جس سے زیادہ فائدہ ملے گا۔ اور کم مال کو شبنم کہا گیا، اُس سے بھی فائدہ ملے گا۔ یہ انسان پر ہے کہ وہ کیسا باغ بناتا ہے۔

جسطرح سارے اسباب کے اکٹھا ہونے کی وجہ سے پیداوار زیادہ ہوتی ہے اسی طرح جس صدقے کے ساتھ ساری شرائط پوری ہو جائے تو اسکا اجر و ثواب بھی زیادہ ہوتا ہے۔

2) زیادہ نیکی کریگے تو زیادہ فائدہ ہے اور اگر کم نیکی کریگے تو کم فائدہ ہے۔ زیادہ نیکی زیادہ بارش کی طرح ہے۔ کم نیکی پھوار کی طرح ہے۔

3) کوئی بڑی بھاری رقم صدقہ میں دیتا ہے وہ تیز بارش کی طرح ہے۔ اور کوئی اگر تھوڑا سا صدقہ کرتا ہے تو وہ شبنم کی طرح ہے۔ لیکن اس میں تسلسل ہونا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ ایک بار ہی کسی کو صدقہ دیا پھر کبھی زندگی میں دیا ہی نہیں۔

4) تھوڑی بارش ہوتی ہے تو تھوڑی زمین بھیگتی ہے، تھوڑے لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہے اور اگر زیادہ بارش ہوتی ہے تو زیادہ زمین بھیگتی ہے، زیادہ لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہے یا اُس سے زیادہ کام ہوتے ہیں۔

5) یہ بھی تفسیر ہے کہ یہاں پہلی مثال (تیز بارش کی) یہ السَّابِقُونَ السَّابِقُونَ ([نیکی میں] سبقت کرنے والے) اور دوسری مثال (شبنم کی) یہ أَصْحَابُ الْيَمِينِ (دائیں ہاتھ والے) کی ہیں۔

سابقون وہ ہوتے ہیں جو نیکی کا کوئی موقع دیکھتے ہیں تو کسی سے مشورہ یا لمبی چوڑی تحقیق نہیں کرتے۔ جب پتہ چلتا ہے کوئی ضرورت مند ہے تو وہ انھیں دے دیتے ہیں۔

صحابہؓ نے کئی موقعوں پر دین کی خدمت کے لیے کثرت سے صدقہ کئے۔ جیسے ابوبکرؓ نے ایک موقع پر اپنا سارا مال دے دیا، عمرؓ نے اپنا آدھا مال دے دیا، عثمانؓ اور عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے بھی کثرت سے مال اللہ کی رضا کے خاطر دیا۔ تو یہ تیز بارش والے نیکی میں سبقت کرنے والے لوگ تھے۔

البقرة: 274 ← "جو لوگ اپنے مال رات اور دن میں چھپے اور کھلے خرچ کرتے ہیں اُن کے لیے اُنکے رب کے پاس اجر ہے اور اُنکے لیے نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہونگے"۔

یعنی ایسے لوگ کوئی موقع جانے ہی نہیں دیتے۔ جہاں پتہ چلتا ہے وہاں دینے ہی کی سوچتے ہیں۔ اور ایسے لوگ ضروری نہیں کہ وہ مالدار ہو۔ وہ غریب بھی ہو سکتے ہیں۔ اُنکے پاس تھوڑا بھی ہوتا ہے اُس میں سے بھی نکالتے رہتے ہیں۔

الحشر: 9 ← وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (وہ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں خواہ خود کو کتنی ہی سخت ضرورت ہو)۔ یعنی خود کو بھی سخت ضرورت ہے لیکن دوسروں کو کھلاتے ہیں۔

نیکی کرنے والوں کے بھی درجات ہیں۔ فاطر: 32 ← وَمِنْهُم مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِإِذْنِ اللَّهِ (بعض اُن میں سے متوسط درجے کے ہیں اور بعض اُن میں سے اللہ کے اِذن سے نیکیوں میں سبقت لے جانے والے ہیں [یعنی دوڑ لگانے والے ہیں])

6) جنھوں نے فتح مکہ سے پہلے خرچ کیا انکی مثال "وابل" کی طرح ہے کیونکہ وہ مالی اعتبار سے کمزور ہونے کے باوجود خرچ کر رہے تھے جبکہ فتح مکہ کے بعد خرچ کرنے والوں کی مثال "طل" کی طرح ہے۔

وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ

(اور تم جو کچھ عمل کرتے ہو، اللہ اُسے خوب دیکھنے والا ہے)

بِمَا (جار مجرور) یہاں مقدم ہے۔ یہ تاکید کے لیے ہے۔ یہ حصر کا فائدہ دیتا ہے۔ یعنی جو بھی تم عمل کرتے ہو، اُن سارے اعمال کو اللہ خوب دیکھتا ہے۔

ویسے بھی اللہ تعالیٰ سارے اعمال کو دیکھتا ہے لیکن یہاں صدقہ کی بات ہے اسلیے جو بھی تم نے صدقہ کیا وہ اللہ کی رضا کے لیے کیا یا کسی اور نیت سے کیا یہ بھی اللہ دیکھتا ہے۔ وہ اندر کی نیت کو بھی دیکھتا ہے۔

قرآن میں کہیں آتا ہے وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ اور کہیں آتا ہے وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ اور کہیں آتا ہے وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ اور کہیں آتا ہے إِنَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ خَبِيرٌ

معاملات دو طرح کے ہوتے ہیں:

1) الأمور القلبية (دل کے معاملات)

2) الأمور الفعلية (عمل کے معاملات) / الأمور اليدوية (ہاتھ کے معاملات)

جب بھی عمل کی بات ہوتی ہے تب بِمَا تَعْمَلُونَ یا بِمَا يَعْمَلُونَ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ یعنی پہلے عمل کے بارے میں ذکر ہوتا ہے۔

اور جب نیت، ایمان، تقویٰ، اور اخلاص کی بات ہوتی ہے تب اللہ کی صفات کا ذکر پہلے کیا جاتا ہے۔ جیسے وَاللَّهُ بَصِيرٌ (اور اللہ خوب دیکھنے والا ہے)۔ اللہ کیا دیکھتا ہے؟ اللہ بندے کا اخلاص پہلے دیکھتا ہے۔ اور اُسکے بعد عمل کے بارے میں ذکر کیا جاتا ہے جیسے بِمَا تَعْمَلُونَ یا بِمَا يَعْمَلُونَ (یہ حفظ کرنے والوں کے لیے بہت ہی اہم ٹپ [Tip] ہے تاکہ وہ نہ بھولے)۔ اعمال جیسے خرچ کرنا (انفاق)، صدقہ دینا، جہاد، ہجرت کرنا… تب بِمَا تَعْمَلُونَ یا بِمَا يَعْمَلُونَ کا پہلے ذکر ہوتا ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے چونکہ یہاں صدقہ کے عمل کی بات ہے۔ اُس کے بعد اللہ کی صفت بَصِيرٌ آئی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے خرچ کرنے کی نوعیت کو دیکھتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ کون اخلاص کے ساتھ اللہ کی رضا کے لیے دے رہا ہے، کون دکھاوے کے لیے دے رہا ہے، کس کے اندر نفاق ہے، کون دینے کے بعد احسان جتاتا ہے، کون دینے کے بعد تکلیف دیتا ہے، کون شہرت کے لیے دے رہا ہے۔

اللہ کو پتہ ہے کس بندے نے کس نیت سے خرچ کیا، کہاں خرچ کیا، کتنی مقدار میں کیا، کس کوالٹی (Quality) کا دیا، کیا خرچ کیا، اُس کا نتیجہ کیا نکلا، کتنے لوگوں کو اس کا فائدہ پہنچا پھر اُن سے آگے اور کتنے لوگوں کو فائدہ ہوا، اور اسکی کیا وسعت تھی۔ بندے میں سے کوئی بھی اُسکا بدلہ نہیں چکا سکتا۔ دنیا میں کوئی پیمانہ (Measurement) ہے ہی نہیں جس سے کسی کے اخلاص کو ناپ سکے۔ دل کے اعمال اللہ ہی دیکھتا ہے۔

خلاصہ:

⇐ اس آیت میں اُن لوگوں کی مثال بیان کی گئی جو اپنے مال کو نیکی اور بھلائی کے کاموں میں خرچ کرتے ہیں۔ احسان نہیں جتلاتے، تکلیف نہیں دیتے اور ریاکاری نہیں کرتے بلکہ اُن کا مقصد صرف اور صرف اللہ کی خوشنودی حاصل کرنا ہوتا ہے۔ وہ اپنے مال کو اللہ کے وعدے پر یقین رکھتے ہوئے خرچ کرتے ہیں کہ اللہ نے اجر و ثواب کا جو وعدہ کیا ہے وہ اللہ تعالیٰ ضرور دے گا۔

⇐ ایسے لوگوں کی مثال ایک خوبصورت باغ کی طرح ہے۔ ایسے باغ کو دیکھ کر دل خوش ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ایسے لوگوں کو دیکھ کر بھی دل خوش ہوتا ہے جو اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرتے ہیں۔ اور جسطرح باغ میں فائدے ہی فائدے ہیں اسی طرح یہ لوگ بھی دوسروں کے لیے فائدہ مند ہیں۔

⇐ جسطرح باغ اونچی جگہ ہے اور وہاں تیز بارش سے بہت زیادہ پھل آتے ہیں اسی طرح اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرنے والوں کا اجر بہت زیادہ ہوتا ہے۔

⇐ جسطرح اونچی جگہ باغ پر شبنم سے بھی پھل آتے ہیں اسی طرح اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرنے والوں کے پاس مال تھوڑا ہی ہو تو بھی انھیں فائدہ پہنچتا ہے۔ یا اگر کوئی مالدار بھی اللہ کی رضا کے لیے تھوڑا بھی خرچ کرتا ہے تو اُسکا بھی انھیں فائدہ پہنچتا ہے۔ اور سبھی کا اجر اللہ کے پاس محفوظ ہے۔

⇐ پچھلی مثال جو ریاکاری کے لیے خرچ کرنے والوں کی مثال ہے وہ اس مثال کے برعکس ہے۔ اُس میں چٹان جو اونچی ہوتی ہے اُس کی مثال تھی۔ جس پر مٹی پڑی ہوئی تھی لیکن وہاں جو بیج بوئے گئے، اُس میں سے کچھ نہیں نکلا۔ وہاں بھی اسی طرح زوردار بارش پڑی لیکن اُس نے سب کچھ دھو دیا۔ جبکہ اونچی جگہ پر وہی بارش مٹی پر پڑنے کی وجہ سے درختوں پر بہترین اور بہت زیادہ پھل آئے۔

⇐ جسطرح تیز بارش اور شبنم ایک جیسی نہیں ہوتی اسی طرح سب لوگ ایک جیسے نہیں ہوتے۔ سب کا صدقہ ایک جیسا نہیں ہوتا۔

⇐ ایک ہی انسان کا مختلف اوقات میں دیا گیا صدقہ مختلف نیت اور مختلف دل کے احساس کے ساتھ ہوتا ہے۔ یعنی دل کے جذبات فرق ہوتے ہیں۔ جیسی نیت، احساس، اور جذبہ ہوگا ویسا ہی پھل ملے گا۔ صرف صدقہ ہی نہیں بلکہ کوئی بھی نیکی کا کام کرے تو نیت اللہ کی رضا چاہنے کی ہو۔ ہم ہمارے روزمرہ زندگی میں کئی کام کر رہے ہوتے اُن کام کو کرتے وقت یہ نیت شامل کرلے تاکہ ساتھ ہی اجر بھی ملے جیسے:

1) کھانا بناتے وقت (گھر والے بھوکے ہیں۔ بھوکوں کو کھانا کھلانا اللہ کی رضا کے لیے)

2) نہاتے یا گھر کی صفائی کرتے وقت (صفائی آدھا ایمان ہے اور اللہ پاک صاف رہنے والوں کو پسند کرتا ہے)

3) کسی کی کوئی مدد کرنا۔

یہ کام صرف عادتاً نہ کرے۔ جب کوئی عادتاً کوئی کام کر رہا ہوتا ہے تو وہ چاہتا ہے کہ کچھ نتیجہ بھی سامنے آئے۔ ہر کوئی ہماری بات سُنے کیونکہ ہم انکے لیے بہت کچھ کر رہے ہوتے ہیں۔ اگر کوئی اللہ کی رضا کے لیے نیکی کرتا ہے تو وہ کسی سے کوئی امید نہیں رکھتا۔ وہ نیکی دل کی خوشی سے کریگا۔

⇐ اللہ کی رضا کے لیے خرچ کیا کرے۔ اللہ کی رضا کے لیے زیادہ خرچ کرے یا کم کرے، اسکا اجر اللہ کے یہاں محفوظ ہیں۔